ڈاکٹر عطش درانی کی تحقیقی کتب کا جائزہ

ندیم عباس اشرف

ABSTRACT:

Dr Atash Durani is a well-known researcher in Urdu language and literature. He wrote some useful books on Urdu Research. These books opened the new doors for research of Urdu on modern and scientific grounds. He threw light on conventional methods of research in Urdu and guided the research scholars to adopt the modern techniques of research in Urdu language and literature. This Article is covering a sketch of his services and also gives an evolution on his research books.

ڈاکٹر عطش درانی ۲۰ دسمبر ۱۹۵۰ء کو پنجاب کے شہر ساہیوال کے ایک گاؤں ۸۵۔۶۔آر میں عبدالرحمان خان درانی کے ہاں پیدا ہوئے آپ کے پردادا عبدالرحمان خان درانی سری نگر کی کسی جاگیر کے مالک تھے۔(۱)

آپ نے میٹرک ساہیوال کے ننگل اسلامیہ ہائی سکول سے کیا بی۔اے اوکاڑہ کالج ایم اے اردو اور ایم اے ایجوکیشن پنجاب یونیورسٹی لاہور اور ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء کو اردو اصلاحات سازی کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

آپ نے بطور مدیر ماہنامہ کتاب سیارہ ڈائجسٹ ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ اور روزنامہ جنگ لاہور جیسے پرچوں میں بھی بطور صحافی کام کیا آپ نے باقاعدہ سرکاری ملازمت کا آغاز سید قاسم محمود کے ساتھ نیشنل بک سنٹر لاہور میں بطور معاون تحقیق کیا۔ پھر مقتدرہ قومی زبان کے شعبہ دار التصنیف میں بطور معاون علمی ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء کو مقرر ہوئے اور یکم دسمبر ۱۹۹۱ء تک قائم مقام نائب ناظم دارالترجمہ رہے ۲۰ ستمبر ۱۹۹۹ء کو مقتدرہ میں شعبہ اطلاعیات کی بنیاد ڈالی اور اس کے سربراہ رہے۔۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء سے باقاعدہ نائب ناظم دارالترجمہ مقرر ہوئے اور ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء کو آپ مقتدرہ کی عمومی ملازمت سے ریٹائرڈ ہوئے۔

ڈاکٹر عطش درانی کی خدمات تحقیق، تنقید، تاریخ، نثر، لغات، اصطلاحات، ترجمہ، اقبال شناسی، خاکہ نگاری

،لسانیات، اطلاعیات ، خواندگی اور تعلیم کے حوالوں سے نمایاں ہیں لیکن ان کا تعارف بطور ایک رجحان ساز محقق زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

وہ تحقیق کی دنیا میں ایک رجحان ساز محقق اور روش کار کہلائے۔ اصول تحقیق اور تدوین کے حوالوں سے انہوں نے اصول وضع کیے ڈاکٹر خلیق انجم اپنے ایک مراسلے میں لکھتے ہیں۔

> ''حقیقت یہ ہے کہ تحقیق میں مولانا وحیدالدین سلیم اور مولوی عبدالحق نے جو کام کیا ڈاکٹر عطش درانی نے اسے بہت آگے بڑھایا ہے۔''(۲)

اصول تحقیق کے دو مکاتب فکر تالیفی اور انتقادی کے بعد تیسرا مکتب فکر جدید اصولوں پر مبنی ہے کے بانی ڈاکٹر عطش درانی ہیں۔

انہوں نے تحقیق کے حوالے سے جو کتب تحریر کی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔	رسمیات اردو تحقیق اردو سائنس بورڈ لاہور	زیر طبع
۲۔	اردو میں عملی اور اطلاقی تحقیق	زیر طبع
۳۔	اصول ادبی تحقیق نذیر سنز پبلیشرز لاہور	۲۰۱۱ء
۴۔	مطالعاتی رہنما اطلاقی تحقیق (برائے کورس پی ایچ ڈی اُردو) التسوید،نظر ثانی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	۲۰۱۱ء
۵۔	اصول تحقیق (لازمی) کورس ایم۔فل اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد	۲۰۰۹ء
۶۔	جدید رسمیات تحقیق (زبان وادب) اُردو سائنس بورڈ لاہور	۲۰۰۵ء
۷۔	مطالعاتی رہنما، اصول تحقیق اُردو سائنس بورڈ لاہور	۲۰۰۵ء
۸۔	شعبہ پاکستانی زبانیں وادب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد	۲۰۰۴ء
۹۔	اُردو تحقیق منتخب مقالات مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	۲۰۰۳ء
۱۰۔	اُردو ''جدید تقاضے، نئی جہتیں'' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	۲۰۰۶ء

پروفیسر فتح محمد ملک ڈاکٹر عطش درانی کے تحقیق مقالات پر مبنی کتاب ''اُردو جدید تقاضے، نئی جہتیں'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

> ''اُردو زبان کی ترقی سے وابستہ امور تین جہتیں رکھتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کے ماضی پر تحقیق اس طرح کی جائے کہ اردو کی قدامت کے ساتھ ساتھ اس کی تشکیل کے اسباب اور نکات بھی پوری طرح سے سامنے آجائیں دوم اردو کا حالیہ لسانیاتی جائزہ جس سے معلوم ہو سکے کہ اردو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کس مقام کی حامل ہے اور دنیا میں کس درجے میں شمار ہوتی ہے سوم یہ کہ موجودہ اور مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے میں اُردو کیا کردار ادا کر سکتی ہے یہ جہت بھی تین سطحیں رکھتی ہیں۔ قومی، تکنیکی اور عالمی۔ ہر جہت اور سطح ہم سے تحقیق کا تقاضا کرتی ہے۔

(میرے رفیق کار ڈاکٹر عطش درانی تحقیق کے میدان میں سرگرم عمل رہے ہیں ۔انھوں نے خاص طور پر اکیسویں صدی کی تکنیکی ضروریات کے لیے خاطرہ خواہ کام کیا ہے تاکہ قومی اور عالمی سطح پر اُردو کے استعمال اور نفاذ میں تحقیقی طور پر عملی خدمات انجام دی جاسکیں۔ اُردو کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں ان کی نگارشات یقیناً اُردو کے طالب علم ہی نہیں، استاد اور تحقیق کار کے لیے بھی بنیادی مواد کی حیثیت رکھتی ہیں"۔(۳)

اُردو کی ابتداء، ماہیت ،خصوصیات اور ارتقاء کے حوالے سے ان کا ایک مخصوص نظریہ ہے وہ اُردو کو صرف مغل دور کی تہذیبی سطح پر بننے والی زبان سمجھتے ہیں جو کسی لوک بولی سے ترقی کر کے آگے نہیں بڑھی ان کے نزدیک اُردو کے رشتے قدیم بولیوں میں تلاش کرنیوالے محض ٹامک ٹولیاں مار رہے ہیں۔ بول چال کے حوالے سے بھی وہ اردو کو جدید زبان قرار دیتے ہیں۔قدیم دور میں ان کے نزدیک اُردو بولی نہیں تھی اور نہ ہی بول چال کا حصہ تھی۔ وہ ہندی کو بھی بولی یا زبان کا نام نہیں دیتے ان کے خیال میں جدید ہندی اُردو کے بعد وجود میں آئی ہے۔

اُردو کی خصوصیات کے حوالے سے وہ سمجھتے ہیں کہ اُردو نہ تو لشکری زبان ہے نہ اس میں تمام علوم کے لیے ابلاغ کی کلی صلاحیت ابھی موجود ہے اور نہ اسے علمی ضرورتوں کے لیے آسان اور عام فہم ہونا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں:

''اُردو ایک باقاعدہ زبان ہے جسے اس دور کی اعلیٰ سول سوسائٹی نے اس وقت تشکیل دیا جب یہ زبان پروان چڑھ رہی تھی۔ اس کے قواعد وضوابط باقاعدہ طور پر موجود ہیں البتہ اُردو ایک موضوعی زبان بنادی گئی ہے اس میں ہر فرد اپنی مرضی استعمال کرتا ہے خاص طور پر تراجم اور تکنیکی ابلاغ کے حوالے سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اردو میں ابلاغ وبیان کی ابتری پائی جاتی ہے ابلاغ کی سطح کا خیال رکھے بغیر اور علمی گفتگو کو عام آدمی کے فہم کے ساتھ منسلک کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ اُردو ہر مضمون کے لیے سہل اور آسان بیان پیش کرے۔ یہ آسان کرنے کی فرمائش محض صحافتی نوعیت کی ہوتی ہے علمی نہیں۔'' (۴)

ڈاکٹر عطش درانی ہندکو زبان کو اُردو کی ماخذ بولی قرار دیتے ہیں لیکن نحوی سطح پر ان کا نقطہ نظر اُردو کی مغل دور میں تشکیل ہی پر مرکوز ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے ایک مراسلے میں ان کے اس کام کو قومی یک جہتی کے حوالے سے اپنے کام سے اگلی منزل قرار دیا ہے وہ اُردو کی ترقی کی منازل ہر صدی کے اختتام اور ہر اگلی صدی کے آغاز کے درمیان طے ہوتی ظاہر کرتے ہیں۔

اُردو کے بارے میں ان کا ترقیاتی نقطۂ نظر ایک بنیادی فلسفے اردو نظام پر منحصر ہے کہ زبانیں لسانی ارتقاء پر عمل کرتی ہیں یعنی زبان قواعد کی کتابوں کے اندر پڑی ہوئی کوئی چیز نہیں اگر استعمال میں قواعد بدل جائیں تو قواعد دان اپنی کتابوں میں انہیں بدل دیں اور بنیادی نظام ان کے نزدیک خاص مقاصد کے لیے خاص زبان وضع کرنے کا ہے۔

ان کے اردو کے حوالے سے تحقیقی مقالات ''اُردو جدید تقاضے، نئی جہتیں'' میں ۲۰ مقالات ہیں جو مختلف تحقیقی

وعلمی رسائل میں مختلف اوقات میں شائع ہوئے انہوں نے انہیں یکجا کر کے کتابی صورت میں قارئین کی سہولت کے لیے پیش کیا ہے۔اس کتاب میں شامل اپنے مقالے ''اُردو زبان کی تحقیقی وترقیاتی وسعتیں۔'' میں لکھتے ہیں۔

> ''تحقیق Research صرف سائنٹیفک طریقے پر انجام دی جاتی ہے باقی سب کچھ محض تالیف Compilation اوراس کے لیے تلاش Research کے ضمن میں آتا ہے اگر اُردو والوں کو اپنی تحقیق کو اس ڈسپلن کی سطح پر منوانا ہے تو پھر اسی ڈسپلن کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے اور ثابت کرنا ہوگا کہ وہ زبان کے لیے تجربہ گاہ استعمال کرتے ہیں خواہ وہ سماجیانہ (Socio) ہو یا نفسیانہ (Psycho) عملی اقدامی ہو یا رجحاناتی بیانیہ (Attitudes descriptive) نیز ان کا تحقیقی ڈیزائن متغیرات (Variables) کا تقابلی مطالعہ کرتا ہے اس لیے وہ کسی بھی سائنسی تحقیق کے ہم پلہ (at par) ہیں۔ان کا تحقیقی طریقہ Research Method واضح اور ٹھوس ہوگا۔'' (۵)

ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب جدید رسمیات تحقیق ۲۰۰۵ء اردو سائنس بورڈ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی جو بقول مظہر شاہ اردو میں سائیٹفک اصول تحقیق کی پہلی باضابطہ کتاب ہے۔ بعد ازاں رسمیات اردو تحقیق کے نام سے ایک نیا ایڈیشن مرتب کیا اور بالآخر اصول ادبی تحقیق کے نام سے کتاب مکمل کی (اصول ادبی تحقیق کو نذیر سنز ایجوکیشنل پبلیشرز لاہور نے ۲۰۱۱ء میں شائع کیا اور یہ کتاب تحقیق کے حوالے سے ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک رہنما ہے۔)

ڈاکٹر عطش درانی اپنی کتاب جدید رسمیات تحقیق کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

> ''جدید رسمیات تحقیق زبان وادب میں تاریخی دستاویزی سے لے کر بیانیہ اور تجرباتی تحقیق تک کا احاطہ کرتی ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ تحقیق نگاری سے مابعد تحقیق تک کی منزلوں تک رسائی کے زینے بھی مہیا کرتی ہے۔'' (۶)

جدید رسمیات تحقیق چودہ ابواب پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے آخر میں ضمیمے میں نمونے کے خاکے، فارم برائے ممتحن مقالہ اور تحقیقی نمونے وغیرہ درج ہیں۔کتابیات وماخذ اور اشاریہ کے ساتھ اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عطش درانی اس کتاب جدید رسمیات تحقیق'' کے مقدمہ ادبیات اصول تحقیق میں لکھتے ہیں کہ اُردو میں اصول تحقیق کی قدیم روش کم ازکم تین دبستانوں پر منقسم ہے پہلا دبستان سرسید سے شروع ہوتا ہے جسے ہم تالیفی دبستان کہہ سکتے ہیں شبلی، مولوی عبدالحق ، ڈاکٹر وحید قریشی ،مسعود حسن خان سے ڈاکٹر گیان چند تک اسی کی پیروی کی جاتی رہی ہے یہ تالیفی دبستان روایات کو جوں کا توں قبول کرنا اور حقائق کی محض بازیافت کرنے کے لیے تلاش اور تبصرے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ دوسرا دبستان تشریح وتوضیح کرتا ہے اور اصول تنقید کو استعمال کرتا ہے۔ یہ ''انتقادی دبستان'' کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر لائٹنر، حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر سید عبداللہ ، قاضی عبدالودود ،خلیل الرحمان داؤدی، مشفق خواجہ ،رشید حسن

خان اسی مکتب فکر کے پیرو ہیں۔ تیسرا مکتب فکر فرضیوں کی جانچ پرکھ کو تجزیوں اور معیاری ومقداری تحقیق کے لیے تکنیک کو بنیاد بناتا ہے اور تحقیقی بصیرت کا اظہار کرتا ہے۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے اس کا ذکر کیا ہے اس میں مولانا حالی ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر محمد صادق، پروفیسر محمد عثمان، ڈاکٹر سلیم اختر، مولانا صلاح الدین احمد جیسے تحقیقی کام کرنے والوں کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

ان کی تحقیق رسمیات کے دو بنیادی عناصر ہیں۔ (۱) مسئلہ (۲) فرضیہ دیگر امور مفروضہ، تحدید، ڈیزائن وغیرہ بھی قابل توجہ ہیں لیکن زیادہ وضاحت انھی دو عناصر کے لیے درکار ہے۔ مسئلہ ہمیشہ ضرورت یا تشکیک سے پیدا ہوتا ہے۔ جب ہمیں کسی سوال کا جواب معلوم نہیں ہوتا تو ہم اسے مسئلہ کہتے ہیں۔ اس مسئلے کا ممکنہ حل ان کے خیال میں فرضیہ Hypothesis ہے۔ مسئلہ اور تحقیقی مسئلہ بھی ان کے نزدیک دو الگ الگ باتیں ہیں۔

جدید رسمیات تحقیق میں وہ لکھتے ہیں۔

> ''جہاں کوئی غور طلب اور حل طلب صورت حال نظر آئے۔ ہم اسے مسئلہ کہہ سکتے ہیں مگر ہر حل طلب صورت حال کو تحقیقی مسئلہ نہیں کہا جاسکتا''۔ (۷)

کیا ادبی موضوعات تحقیق کا مسئلہ بن سکتے ہیں؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے کئی نکات اٹھائے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ادبی مسئلہ خالص تنقیدی نہ ہو اور یہ کہ ادبی مورخ کیا چاہتا ہے۔ جہاں تک فرضیے کا سوال ہے وہ اسے مفروضے (Assumption) سے الگ محض تحقیقی سوال قرار دیتے ہیں۔ مفروضے ان کے نزدیک ایسے بیانات یا مسلمات ہیں جنھیں تسلیم کر کے تحقیق کی بنیادیں ان پر استوار کی جاتی ہیں۔ ہم انھیں ثابت نہیں کرتے بلکہ ان کی بنا پر ذہنی طور پر آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے نزدیک کوئی بھی تحقیق پہلے کسی نہ کسی مفروضے کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔

فرضیے کا بنیادی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

> ''ایسا امر فرض جسے ابھی ثابت کرنا ہے فرضیہ مسئلے کا موزوں امکانی حل ہوتا ہے یا یوں کہیے کہ مخصوص متغیرات کے باہمی تعلق کا نام ہے اس کے خصائص اندازے پر مبنی ہوتے ہیں حتی کہ حقائق کی روشنی میں یہ ثابت یا رد ہو جائے " (۸)

اس پر تنقید کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ جب بھی دو امور کے درمیان کوئی منطقی تعلق ہوگا تو اس سے فرضیہ برآمد ہوگا پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ادبی تحقیق میں فرضیہ قائم نہیں ہوسکتا۔ جب دعویٰ (Thesis) ہے تو پھر بردعویٰ یا فرضیہ Hypothesis بھی ہے۔ جو کچھ دعوے میں ثابت ہوا وہی بردعویٰ یا فرضیہ Hypothesis بھی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم نے فرضیہ یا تحقیقی جواب تحقیق کرنے سے پہلے تلاش کرلیا تھا اگرچہ ڈاکٹر گیان چند نے باب تو قائم نہیں کیا لیکن وہ بھی یہ بتاتے ہیں کہ خود انھوں نے فرضیہ جسے وہ مفروضہ کہتے ہیں اپنی کتاب ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' قائم کیا ہے۔

ڈاکٹر عطش درانی اُردو کو تجرباتی تحقیق سے روشناس کرانا چاہتے ہیں اس ضمن میں وہ صحافت، تعلیم اور اقبالیات وغیرہ سے مثالیں دیتے ہیں۔ ان کی رائے میں کوئی بھی دعویٰ یا نقطۂ نظر صرف تجرباتی تحقیق ہی سے ثابت ہوسکتا ہے۔ ورنہ محض ایک رائے ہی رہے گا۔

قبولیت کے پیمانوں پر جانچ کرہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا کہ قبولیت کہاں تک واقع ہوئی ان کے مجوزہ تحقیقی اصول اردو کی روایتی تحقیق میں ایک نیا دور ہیں۔ تحقیق اور تنقید ان کے نزدیک دو الگ الگ میدان ہیں تاہم تحقیق میں تنقید اور تنقید میں تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے لیکن ان کے نزدیک ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر وزیر آغا جیسے ماہرین نے جس تحقیق کو تنقید کے لیے ضروری قرار دیا ہے وہ تلاش محض ہے سائنٹیفک تحقیق نہیں ہے۔

ان کے نزدیک "جدید تحقیق اپنے طریق کار، تکنیک اور اصولوں کے لحاظ سے ایک جدا ڈسپلن، میدان یا علم بن چکا ہے۔ چنانچہ ایسے مقالے جو تنقیدی بصیرت تو رکھتے ہوں لیکن تحقیقی تکنیک پر تیار نہ کیے گئے ہوں تحقیقی مقالے نہیں کہلا سکتے۔'' (۹)

اُردو میں مسودات کی تدوین کے بارے میں ڈاکٹر عطش درانی کا موقف ہے کہ انگریزی سب اسے Textual Criticism کہتے ہیں۔ اگرچہ اس میں تحقیق بھی انجام دی جاتی ہے لیکن کسی متن کی تدوین تحقیق کے ڈسپلن کا حصہ نہیں ٹھہرتی اس لیے اسے کامل تحقیق قرار دینا مشکل ہوگا کیونکہ یہ کام کسی مستقل تحقیقی ڈیزائن کی بناپر انجام نہیں پاتا۔

رشید حسن خاں کے خیال میں تدوین تحقیق سے جدا فن ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی کا نقطۂ نظر بھی اس کے قریب ہے۔ لیکن ڈاکٹر گیان چند کے نزدیک یہ تحقیق ہی کی ایک صورت ہے۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں۔

''اگرچہ یہ باضابطہ تحقیق نہیں مگر عموماً ہر بڑا محقق تدوین متن کے بھی کچھ کام کرتا ہے۔'' (۱۰)

اردو میں مسودہ نگاری اور اس کی تدوین کے اصول وضع کرنے میں ڈاکٹر عطش درانی نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں مقتدرہ قومی زبان اور ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے تعاون سے 24 تا 28 جون 1996ء کو اردو میں فنی تدوین کے نام سے ایک ورکشاپ منعقد ہوئی جس میں انہوں نے تدوین مسودہ کے مراحل کے نام سے مقالہ پیش کیا۔ اور بعد ازاں ان مقالات کے مجموعے ''اردو میں فنی تدوین 1991ء میں دستور العمل کے نام سے تکنیکی اصول پیش کیے۔ انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کورس تدوین کتب کے لیے درسی یونٹ تحریر کیے۔

ڈاکٹر عطش درانی نے اقبالیات کے موضوع پر تحقیقی اصول سائنسی بنیادوں پر واضع کرنے اور اقبالیات کا آغاز شک اور مسئلے سے کرنے کے لیے سماجی علوم کے تحقیقی اصولوں کو استعمال کرنے پر زور دیا اس کی تفصیل ان کی مرتبہ کتاب اردو تحقیق (منتخب مقالات ۲۰۰۳ء) کے صفحات ۲۳۶ تا ۲۴۰ میں ملتی ہے۔

انھیں مزید مفصل اور مبسوط انداز میں مقتدرہ کی طرف سے ایک کتابچے "اُردو میں مسورات کی تدوین اور طباعتی امور ۱۹۹۰ء" میں شائع کیا گیا یہ کتابچہ تین حصوں پر مشتمل ہے مسودہ نگاری، تدوین اور طباعت۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس کے پیش لفظ میں اسے بے حد کارآمد قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب اصول ادبی تحقیق کو

نذیر سنز ایجوکیشنل پبلیشرز لاہور نے ۲۰۱۱ء میں شائع کیا۔

تحسین حسین اس کتاب اصول ادبی تحقیق کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔''ان کی تخلیقات کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تحقیق کے عمل کو جدید سائنسی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھا ہے اور محض ماضی کے محققین کی اس تحقیقی روش کو اختیار نہیں کیا جو جدید دور کے متقاضی نہیں ہیں اور جو موجودہ دور میں اردو ادب کے لیے کسی طور پر بھی موزوں نہیں ہیں۔'' (۱۱)

اصول ادبی تحقیق بیس ابواب پر مشتمل کتاب ہے اس میں تحقیق ،تدوین متن دستاویزی ادبی تحقیق اصول تدوین متن تجزیاتی تقابلی تحقیق مطالعہ احوال تجرباتی تحقیق اور اطلاعیات اور برقیاتی تحقیق ادبی تحقیق کا مستقبل ،خاکہ سازی، تحقیقی ذرائع ،مواد کا اندراج اسلوب مقالہ اور مابعد پیشکش کے عنوان سے مقالہ کی تیاری کے بعد دیگر مراحل پر رہنمائی دی گئی ہے۔

اصول تحقیق پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لیے انہوں نے شعبۂ پاکستانی زبانیں اور شعبۂ اردو کے لیے ایم فل سطح کے دو کورس لکھے اور ہائر ایجوکیشن کمشن کی طرف سے اردو کے تحقیقی جرائد کے لیے اصول وضع کیے۔ اردو زبان وادب کے لیے انہوں نے جو سمتیں متعین کی ہیں ان کا اظہار کچھ یوں ہے کہ تحقیق فن نہیں تکنیک ہے۔ یہ نتیجہ نہیں طریق کار ہے جو باضابطہ ہے اور حقائق کی بازیافت، باز دریافت اور تقابل کا نام ہے یہ تعقلی اور تجرباتی طریقہ ہے تحقیق صداقت کی معروضی تلاش ہے یہ ایک کل ذہنی سرگرمی اور منظم معروضی مدلل عمل ہے۔ تحقیق محض سابقہ معلومات کو یک جا کر کے صرف نئی ترتیب دینے کا نام نہیں اور صرف اپنی پسند، ناپسند کو لازماً ثابت کرنے کو نہیں کہتے۔ جدید تحقیق میں دو امور تصورات اور متغیرات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ صداقت اور عدل تحقیق کی بنیادی شرائط ہیں۔

تحقیقی فلسفہ اثباتیت ہی نہیں، مابعد اثباتیت (Post Postivism) کے تحت بھی وضع ہوسکتا ہے۔

جدید تحقیق تکنیکی طور پر رسمیات (Formalities) کی پابند ہے اور یہ پابندی لازم ہے یعنی مسئلہ اور طریقہ کار، تحقیق کے خواص اس کا جواز، وثوق اور صحت ہیں اور اس کی ساکھ قابل یقین ،قابل قبول، ممکن، حقیقی اور مسلمہ ہونا ہے۔ تحقیق کے آٹھ مرحلے ہیں ضرورت اور مسئلہ، سابقہ تحقیقات کا نچوڑ ،تحقیقی ڈیزائن یا طریقہ کار مسلمات یا مفروضے اور تحقیقی سوالات یا فرضیے کی تشکیل ،کوائف/امور کی جمع آوری، پڑتال وتجزیہ، حاصلات، نتائج ،سفارشات اور مقالے کی ترتیب تحقیقی ڈیزائن کی تین بنیادی خصوصیات ہیں معروضی، مدلل اور واضح یعنی تحقیق سائنسی اور غیر پوشیدہ ہوتی ہے۔

1971ء میں ''معلومات'' انسائیکلوپیڈیا میں مقالہ نگاری سے لیکر مختلف علمی جرائد میں نگارشات کی پیشکش تک ان کی وسعت تحقیق کا ثبوت ڈاکٹر عطش درانی کے مقالات کی فہرست ہے اور ڈاکٹریٹ کے لیے ان کا تحقیقی مقالہ اردو اصلاحات سازی کو بطور موضوع تحقیق چننا خاصا دلچسپ اور اہم ہے۔

ڈاکٹر عطش درانی یورپی مستشرقین لغات سازوں کا کام یہ موضوع لے کر ڈاکٹر وحید قریشی کی خدمت میں گئے

تو چند روز بعد معلوم ہوا کہ لاہور کالج فار ریمن کی رضیہ نور محمد کا یہ موضوع منظور ہو چکا ہے۔ پھر اردو اصلاحات سازی کو انہوں نے بطور موضوع تحقیق چنا اس سے قبل ڈاکٹریٹ کے لیے انہوں نے سید عابد علی عابد احوال وآثار موضوع بھی چنا تھا ڈاکٹر راؤف شیخ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی سے یہ موضوع پہلے ہی منظور کروا چکے تھے۔ چنانچہ اردو میں اصلاحات سازی بالآخر پی ایچ ڈی کے لیے موضوع چنا گیا۔

ڈاکٹر عطش درانی نے زبان وادب، پاکستانی اردو عظیم کتب اسلوب دفتری زبان، اردو ادب کی تاریخ اردو اطلاعات تعلیمی وتدریسی امور اسلامی ثقافت اسلامی سائنس، اسلامی فقہ، تحریک پاکستان، سلطان ٹیپو، سائنسی تکنیکی اور کتب خانوں جیسے موضوعات پر متعدد مقالات تحریر کیے۔

تحقیقی آلات سے متعلقہ کتابیات قانون، پاکستان کے اردو اخبارات ورسائل (کتابیات)، کتابیات پاکستانی ادب، اردو اصلاحات نگاری قابل ذکر ہیں۔ جہاں تک فنی تنقید (Textual Criticism) کا تعلق ہے وہ اسے تحقیقی کام تو نہیں سمجھتے لیکن تحقیق پر مبنی علمی کام ضرور قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ کام دراصل عیسائیوں نے بائبل کے جعل پر تحقیق کی خاطر شروع کیا اور کئی ٹھوس شواہد حاصل کیے۔ یہ علم آگے چل کر اعلیٰ متنی تنقید کے نام سے سامنے آیا۔ متن مرتب کرنے کا فن اس سے ضمنی طور پر برآمد ہوتا ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو بھی اپنی کتاب اصول ادبی تحقیق میں شامل کیا ہے۔

قرطاس تحقیق کا اسلوب بیان کرتے ہوئے آپ کا کہنا ہے کہ تحقیقی مقالات کے لیے کسی ادارے جریدے یا جامعہ کا اسلوب ہوتا ہے یہ مقالہ نگار یا تحقیق کار کا اپنا اسلوب نہیں ہوتا۔ معیار بندی اسی ادارے، جریدے یا جامعہ کی حد تک کی جا سکتی ہے۔ مقالہ نگار کی انفرادی رائے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ گویا ایک مقالہ نگار مختلف اداروں کے لیے مختلف اسلوب میں اپنے مقالات پیش کرے گا۔ مقالات کی جانچ کے لیے ان میں اصل تحقیقی کام ہونے کے ساتھ ساتھ پیمانوں کا استعمال ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے اردو کے تحقیق کاروں کو شماریات سے کام لینا ہوگا اسی طرح کسی مقالے اور جریدے کو تحقیقی قرار دینے کے لیے اس کے آئندہ پڑنے والے اثرات (Impact) کا جائزہ لینے کی ضرورت بھی ہوتی ہے اس مقصد کے لیے دوسرے مقالات اور جرائد میں اپنے مقالوں اور جریدوں کے حوالوں کا اشاریہ دینا بھی ضروری ہے ان نظریات کا اظہار انہوں نے اپنے مقالے "اردو میں قرطاس تحقیق کی اسلوبی ہیئت" میں واضح کیے ہیں اردو میں اصول سیرت نگاری کو تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر استوار کرنا ڈاکٹر عطش درانی کی ایک اور بڑی خواہش ہے۔

ان کے خیال میں ابھی تک اس پہلو پر کوئی جامع کتاب وجود میں نہیں آئی۔ طٰہٰ حسین، مولانا شبلی اور دوسرے سیرت نگاروں نے اس موضوع پر دیباچے تو تحریر کیے ہیں اس لیکن عملی طور پر ان اصولوں کا اطلاق نہیں ہوا۔ سیرت نگاری کے دونوں انداز یعنی روایت نگاری اور روایت پسندی اس حد تک بھی اس فن میں استعمال نہیں ہوئی جس حد تک علم حدیث اور علم اسماء الرجال پہنچے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک یہ Hagiagraphy سے آگے نہیں بڑھ سکی۔

اپنی کتاب اصول ادبی تحقیق میں لکھتے ہیں "فن حدیث، سیرت نگاری اور تاریخ نگاری، جیسے مضامین مسلمانوں کی سماجی تاریخ میں ہمیشہ روایت اور روایت کے اصولوں کے پابند رہے۔ سیرت نبوی کے واقعات باقاعدہ طور پر ایک صدی بعد قلمبند ہوئے اس سے پہلے عام طور پر زبانی روایات پر انحصار کیا جاتا تھا۔" (۱۲)

ان کے خیال میں اردو، عربی، فارسی، ترکی، انگریزی اور فرانسیسی کسی بھی زبان میں ابھی تک سیرت رسولؐ تحقیقی اصولوں پر استوار نہیں ہوئی۔ دستاویزی اور تاریخ مواد پہلے کسی تحقیقی نظریے کے تحت پوری صحت اور سند کے ساتھ جمع کرلیا جائے پھر کسی بھی اسلوب میں اسے پیش کیا جاسکے گا۔ ان امور پر ڈاکٹر انور محمود خالد ڈاکٹر ریاض مجید اور سجاد ظہیر نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عطش درانی کے نزدیک اصول سیرت نگاری کے موضوع پر ان کی کتاب یقیناً اب تک کے کیے گئے کاموں میں بہترین ثابت ہوگی اور سیرت نگاری کا تحقیقی رخ متعین کرنے میں کامیاب ہوگی۔

حوالہ جات:

(۱) مسرت خان زاہدی- دانائے راز اردو- اسلام آباد ناشر شاخ زریں جون ۲۰۱۱ء، ص۱۳

(۲) ایضا ، ص۱۰

(۳) عطش درانی، ڈاکٹر- اردو جدید تقاضے ، نئی جہتیں- اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان سال ۲۰۰۶ء، ص۳

(۴) مسرت خان زاہدی- دانائے راز اردو- محولہ بالا، ص۱۶

(۵) عطش درانی، ڈاکٹر- اردو جدید تقاضے ، نئی جہتیں- محولہ بالا، ص۱۱۴

(۶) عطش درانی، ڈاکٹر- جدید اسمیات تحقیق- لاہور: سائنس بورڈ سال ۲۰۰۵ء، ص۶۵

(۷) ایضاً ، ص۶۴

(۸) ایضاً ، ص۱۱۵

(۹) گیان چند، ڈاکٹر- تحقیق کا فن- اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان سال ۲۰۰۳ء، ص۸۶

(۱۰) عطش درانی، ڈاکٹر- اصول ادبی تحقیق- لاہور: نذیر سنز اردو بازار سال ۲۰۱۱ء، ص۸۵

(۱۱) مسرت خان زاہدی- دانائے راز اردو- محولہ بالا، ص۶۵

(۱۲) عطش درانی، ڈاکٹر- اصول ادبی تحقیق- محولہ بالا، ص۶۸